***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Practical Role of a Teacher in Education and Character Building: A Study in the Light of the Seerah of Prophet Muhammad (ﷺ)

تعلیم وتربیت میں معلم کا عملی کردار، سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

Dr. Khalid Usman
Former Faculty Member, Military College Sui,
Dera Bugti, Balochistan
khalidusman1968@gmail.com

Abstract:

This research highlights the significant role of teachers in the process of education and moral training, drawing guidance from the Seerah of Prophet Muhammad (ﷺ). The study emphasizes that education is not limited to the transfer of knowledge; rather, it includes the development of character, values, spirituality, and social responsibility. A teacher is considered one of the most influential figures in society because he shapes future generations and contributes to the moral and intellectual progress of the nation. The article explains that Islam accords a very high status to teachers. The Qur'an presents Allah as the first teacher who taught Prophet Adam (علیہ السلام) the names of all things, while Prophet Muhammad (ﷺ) was sent as a teacher, purifier, and guide for humanity. His mission combined instruction with character building, making him the perfect model for educators. According to the study, a true teacher is more than an instructor. He acts as a mentor, guide, trainer, spiritual father, and nation-builder. The Prophet (ﷺ) demonstrated qualities such as wisdom, compassion, patience, humility, and practical teaching methods. He taught through personal example, kindness, and gradual instruction, making learning easy and meaningful for his companions. The research further discusses the qualities of an ideal teacher, including sincerity, compassion for students, critical thinking, dedication, consistency, effective use of time, confidence, patience, and the ability to recognize and develop students' talents. A successful teacher should inspire students to think, explore, and become responsible members of society. He must embody the values he teaches, because students learn more from a teacher's character than from his words alone. The article also stresses that teachers play a central role in nation-building. By nurturing students intellectually, morally, and spiritually, they prepare future leaders and responsible citizens. Historical examples from Islamic civilization demonstrate how great teachers inspired their students to achieve remarkable scholarly and social contributions. In conclusion, the study argues that the success of any educational system depends largely on the quality of its teachers. Following the example of Prophet Muhammad (ﷺ), teachers should combine knowledge with character formation, becoming role models who guide students toward righteousness, wisdom, and service to humanity. Through effective teaching and moral training, they can contribute to the revival and progress of the Muslim community and society at large.

Keywords:
Teacher, Education, Training, Character Building, Seerah of Prophet Muhammad (ﷺ), Islamic Pedagogy, Moral Education, Teacher's Practical Role, Student Development, Nation Building.

تمہید:۔

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ کسی بھی معاشرے، یا تہذیب وتمدن کی ترقی صحیح اور اچھی تربیت کے رہینِ منت ہے۔ جو قومیں تربیت میں پیچھے ہیں وہ تعمیر وترقی میں بھی پیچھے ہیں۔ تربیت کی جڑیں کڑوی ہیں یعنی تکالیف، مصیبتیں اور پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں لیکن اس کا پھل بہت میٹھا ہے۔ نسل انسانی کی بہترین پرورش کی ذمہ داری بنیادی طور پر دو لوگوں پر ڈالی گئی ہے، والدین اور اساتذہ۔ یہ ذمہ داری اس قدر اہمیت کی حامل ہے جسے نظر انداز نہیں کی جاسکتا۔ اسی طرح معاشرے کی مختلف اکائیاں ہیں جو تربیت میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ ان میں ایک استاذ بھی ہے۔ اور استاذ کا کردار اگر معاشرے سے نکال دیا جائے وہ زمین بوس ہو جاتا ہے۔

لفظ "معلم" کہنے کو تو یہ چار حروف کا مجموعہ ہے۔ لیکن اپنے اندر پورے معاشرے کی بھاگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ جو حیرت انگیز ایجادات اور نت نئی دنیا میں آپ کو تبدیلیاں نظر آرہی ہیں۔ اس ایک ہی شخصیت کے گرد گھومتی ہیں۔ معلم کی حیثیت ایک راہنما کی ہے۔

معلم کے کندھوں پر اللہ پاک نے بہت بڑی ذمہ داری رکھی ہے۔ مولم کو جو مقام ہمارے دین اسلام میں دیا گیا ہے، شاید ہی کسی مذہب نے دیا ہو۔ جس مذہب کی ابتدا ہی لفظ "اقرا" سے ہے۔ اس میں پڑھنے اور پڑھانے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اس علم کی بنیاد پر انسان کو وہ مقام ملا، جو فرشتوں کو بھی نہ ملا۔ جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ جو پایا علم سے پایا بشر نے بھی، فرشتوں نے بھی، ورنہ علم کے بغیر دنیا آج بھی اندھیری ہوتی۔ لوگ آج بھی قدیم طرز زندگی گزارتے۔ علم "معلم" کے بغیر نہیں سیکھایا جاسکتا۔۔ علم رب کا نور ہے۔ جس کے لئے اللہ اپنے خاص بندوں کو چنتا ہے۔ ایک معلم اگر چاہے تو معاشرہ کو ترقی کی اس منزل تک پہنچا سکتا ہے۔ جس کی اس معاشرے کی کو ضرورت ہو، کسی طرح دنیا کے عظیم مطمین نے اپنے شاگردوں کو کہاں سے کہاں پہنچ دیا۔

تعلیم وتدریس ایک معزز اور قابل احترام منصب ہے، جس کے لیے کچھ شرائط اور آداب ہیں، جن کا جاننا اور ان کی عملی مشق کرنا ایسا ہی ضروری ہے، جیسے کسی فن کو سیکھنے کے لیے اس کی عملی مشق ضروری ہوتی ہے۔ فنِ تدریس کے لیے ذوق، فطری صلاحیت اور اس منصب کے تقاضوں کی ادائیگی کے لیے توجہ، محنت اور مشقت کی ضرورت ہے؛ تاکہ اسے سیکھنے والا ایک معلمِ کامل بن کر نکلے اور اس میں ایک کامیاب استاذ کی صفات اور خصائص موجود ہوں۔ جس سے اس کے تجربہ میں مزید اضافہ ہوتا رہے۔ نیز جب وہ تدریس کے میدان میں قدم رکھے تو طلباء اس سے مستفید ہوں۔ اور وہ خود بھی علمی اور روحانی لذت محسوس کر سکے۔

معلم کی تعریف:

جو شخص پڑھاتا ہے اسے استاذ کہا جاتا ہے، یعنی جو درس وتدریس کا کام پورا کرتا ہے۔ اس سے مراد وہ بھی ہے جو درس وتدریس سے وابستہ ہے۔ یہ لفظ سکھانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے عام معنوں میں یہ اصطلاح کسی بھی فرد کے لئے استعمال ہوتی ہے جو تعلیمی کام کسی پیشے کی حیثیت سے کرتا ہے، چاہے وہ ابتدائی، ثانوی یا یونیورسٹی کی ہدایت میں ہو، لیکن اس سے ان کی مخصوص گفتگو کی نظم ونسق کے بجائے علم کی بات چیت کرنے کی صلاحیت کا صحیح طور پر اشارہ ہوتا ہے۔

معلم کی اہمیت:۔

معلم کائنات نے انسانیت کی راہنمائی اور تعلیم کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو معلّم ومربّی بنا کر بھیجا، معلم کو ہر زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے. استاذ کی اہمیت اور ان کا مقام ومرتبہ کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ہماری شخصیت سازی اور کردار سازی میں معاون مددگار ثابت ہوتا ہے. استاذ ہر ایک طالب علم کو ویسے ہی سنوارتا ہے جیسے ایک سونار دھات کے ٹکڑے کو سنوارتا

ہے. استاذ علم کے حصول کا برائے راست ایک ذریعہ ہے اس لئے ان کی تکریم اور ان کے احترام کا حکم دیا گیا ہے. استاذ کا احترام اسلامی نقطہ نظر سے دو اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے:۔

ایک تو وہ منبع علم ہونے کے ناطے ہمارے روحانی باپ ہوا کرتے ہیں. ہماری اخلاقی اور روحانی اصلاح وفلاح کے لئے اپنی زندگی صرف کرتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ وہ عموماً طلبہ سے بڑے ہوتے ہیں اور مذہب اسلام اپنے سے بڑوں کے احترام کا حکم بھی دیتا ہے. ارشاد نبوی ہے:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا(i)

"جو شخص بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں"۔

تعلیم وتربیت کا عمل بڑا ہی مقدس اور اہمیت کا حامل ہے تعلیم کا اولین مقصد انسانیت کی تعمیر ہے طلبہ کو زندگی کے نشیب و فراز سے اشنا کرنا اور زندگی کے کشمکش کے لئے تیار کرنا بھی تعلیم کے مقاصد میں شامل ہیں اسی طرح تعلیم کا اہم کام زندگی کے لئے معاون و مددگار معلومات ،مہارتوں اور تجربات سے طلبہ واقف کرنا ہے اگر تعلیم ان امور کا احاطہ نہیں کرتی تو وہ بے فیض تصور کی جاتی ہے کیوں کہ تعلیم ہی انسان کو انسان بناتی ہے ورنہ بغیر تعلیم جانور کی سی زندگی گذارنا انسانی شیوا نہیں۔

معلم اور استاذ میں بنیادی فرق:۔

معلم اور استاذ دو الفاظ ہیں جو پہلے تو مترادفات دکھائے جاتے ہیں، لیکن ان دونوں الفاظ کے درمیان ٹھیک ٹھیک اختلافات ہیں۔ جب اساتذہ سے تشبیہ دی جائے تو اساتذہ کا مطلب صرف ملازمت کے عنوان سے ہوتا ہے۔ استاذ وہ شخص ہے جو اسکول میں پڑھاتا ہے۔ لیکن، ایک معلم وہ شخص ہوتا ہے جو طلبا کو تعلیم دیتا ہے۔ ایک معلم کو عام طور پر ایک سرپرست، انسٹرکٹر یا ٹرینر کے طور پر دیکھا جاتا ہے اس لحاظ سے ایک معلم محض تعلیم نہیں دیتا، وہ اپنے طلبا کو فکری، اخلاقی اور معاشرتی ہدایات دیتا ہے وہ ترقی اور تشخیص پر فوکس کرتا ہے۔ وہ طلباء کی ترقی کا اندازہ کرتا ہے اور طلباء کی سطح کے مطابق ہونے والے کورس یا اس کی تعلیم کو ایڈجسٹ کرتا ہے۔ ایک اچھے استاذ کو معلم کہا جاسکتا ہے۔

معلم کا کردار۔۔۔ قرآنِ مجید کی روشنی میں:۔

اسلام نے استاذ کو روحانی والد قرار دے کر ایک قابل قدر ہستی، محترم و معظم شخصیت، مربی و مزکّی کی حیثیت عطا کی۔ معلّم کے کردار کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں معلّم اوّل خود رب کائنات ہیں، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے، اور اُدم (علیہ السلام) کو اللہ کریم نے سب چیزوں کے اسماء کا علم عطا کیا فرمایا: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔(ii)

تعلیم و تدریس ایک مقدس منصب ہے جو سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت اور فرائض نبوت میں سے ایک فریضہ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

"لَقَد مَنَّ اللهُ عَلَى المُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنفُسِهِم يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالحِكْمَةَ وَاِن كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ (iii)

"اللہ نے احسان فرمایا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انھیں میں سے پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی باتیں اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے"۔

معلم کا عملی کردار۔۔۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں:

معلم کے کردار کے حوالے سے وہی ذات بطور رہنما ہونی چاہئے۔ یعنی معلم نے بطور معلم آپ ﷺ کی ذات کا مطالعہ کر رکھا ہو، تو یقیناوہ اِن اوصاف میں خود کو ڈھال کر بہترین ثابت ہو سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام صفاتِ عالیہ موجود تھیں جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہیں، آپ کمالِ علم، خلقِ عظیم، اُسوۂحسنہ اور کمالِ شفقت اور رحمت جیسی صفات کے ساتھ موصوف تھے۔ اسی بناپر جو معلم تدریس کا کام

سر انجام دے رہا ہے، وہ اِس صفت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم کی نیابت کر رہا ہے، لہٰذا اسے یہ جاننا چاہیے کہ وہ ایک سعادت مند انسان ہے اور اسے یہ سعادت مندی مبارک ہو۔ چوں کہ تعلیم و تربیت کے ذریعہ استاذ کے اثرات شاگردوں پر پڑتے ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے لیے معلم اور مربی بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

وَ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَم (iv)"اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا"۔مزید فرمایا:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم. (v)"اور بلاشبہ آپ اخلاق کے بہت بڑے مرتبے پر ہیں"۔

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وَسلم ایک اعلیٰ اور کامل معلم تھے، ایسا باکمال معلم نہ آپ سے پہلے کسی نے دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وَسلم کی اعلیٰ صفات میں کمالِ علم، عظیم حکمت، اعلیٰ اخلاق، شاگردوں کے ساتھ شفقت و رحمت، ان کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت عمدہ اور مفید اسالیب کا استعمال اور ان کی خبر گیری جیسی صفات اپنے کمال کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔

استاذ ہونا ایک بہت بڑی نعمت اور عظیم سعادت ہے۔ معلّم کو اللہ اور اس کی مخلوقات کی محبوبیت نصیب ہوتی ہے، مخبر صادق ﷺ نے استاذ کی محبوبیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی سیکھانے والے پر اللہ، ان کے فرشتے، آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں رحمت بھیجتی اور دعائیں کرتی ہیں۔(vi)

اسلام نے دنیا کو علم کی روشنی عطا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رسالت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے اور استاذ کو عظمت اور طالب علم کو اعلیٰ وارفع مقام بھی عطا کیا ہے، اسی حوالہ سے نبی کریم ﷺ نے اپنے مقام و مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

انما بعثت معلمًا. "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"۔(vii)

کو معلّم کا منصب عطا فرمایا گیا۔ چناں چہ پس معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے معلم بنا کر بھیجا آپ وہ تمام صفاتِ عالیہ موجود تھیں جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہیں، آپ کمالِ علم، خلقِ عظیم، اُسوۂ حسنہ اور کمالِ شفقت اور رحمت جیسی صفات کے ساتھ موصوف تھے۔ آپ ﷺ ایک اعلیٰ اور کامل معلم تھے، ایسا باکمال معلم نہ آپ سے پہلے کسی نے دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی نے دیکھا۔ آپ ﷺ کی اعلیٰ صفات میں کمالِ علم، عظیم حکمت، اعلیٰ اخلاق، شاگردوں کے ساتھ شفقت و رحمت، ان کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت عمدہ اور مفید اسالیب کا استعمال اور ان کی خبر گیری جیسی صفات اپنے کمال کی انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے؛ اس لیے جو معلم اور استاذ آپ ﷺ کا نائب بننا چاہے اور فنِ تدریس میں کمال تک پہنچنے کا خواہش مند ہو تو اُسے چاہیے کہ پہلے نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات جو اِس میدان سے متعلق ہیں، معلوم کرے اور پھر ان صفات میں آپ کے مزین کر کے عوام و خواص کی رہنمائی کریں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُعلِّمنا الاستخارۃ فی الامرکمایعلمنا السورۃ من القرآن۔ (viii)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دعاءِ استخارہ اس طرح سکھاتے تھے جس طرح آپ ہمیں قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلّمھم الدعاء کما یعلّمھم السورۃ من القرآن، یقول:قولوا: اللھم انی اعوذبک من عذاب جہنم، واعوذبک من عذاب القبر، واعوذبک من فتنۃ المسیح الدجّال، واعوذبک من فتنۃ المحیا والممات.(ix)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دعا اس طرح سکھاتے تھے جس طرح ان کو قرآن کریم کی سورۃ

سکھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتے: کہو: اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، میں قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، زندگی اور موت کے فتنہ سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ معلم تعمیر سیرت کے حوالہ سے سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک ایسی نرسری تیار کر سکتا ہے جس پر ایک جاندار معاشرہ قائم رہے گا۔ روزمرہ کی دعائیں یاد کروا کر ایسا عملی کردار ادا کر سکتا ہے جو جس کا اثر نسلاً در نسلاً باقی رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

"اِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتاً، وَلٰكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّراً.(x)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے مشکلات میں ڈالنے والا اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں، بلکہ معلّم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

اسلام کی زیادہ تر تعلیمات عمل سے تعلق رکھتی ہیں؛ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تعلیمات کو عملاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے عمل کرتے ہوئے دیکھ کر آپ کی اتباع کرتے تھے، معلم بھی نبی کریم ﷺ کی نیابت میں سیرت طیبہ کے حوالہ سے ایک اعلیٰ عملی کردار ادا کر سکتا ہے مثلاً جب نماز فرض ہوئی اور نماز کو قائم کرنا کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے عملاً قائم کر کے نماز دیکھائی اور فرمایا:

صَلُّوْا كَمَارَأَيْتُمُوْ نِي أُصَلِّيْ۔(xi)

"اِسی طرح نماز ادا کرو، جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو"۔ اسی طرح حج اور زکوٰۃ وغیرہ کو بھی عملاً سمجھا دیا۔

خاتم الانبیاء ﷺ نے معلّم کو انسانوں میں بہترین شخصیت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سیکھائے"۔(xii)

معلّم کے لیے نبی کریم ﷺ کی بشارت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "غور سے سنو دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے البتہ اللہ کا ذکر اور وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ سے قریب کریں یعنی نیک اعمال، عالم اور طالب علم (یہ سب چیزیں اللہ کی رحمت سے دور نہیں ہیں۔(xiii)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے دو آدمیوں کے متعلق پوچھا گیا وہ دونوں بنی اسرائیل میں سے ہیں ان میں ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا اور پھر لوگوں کو علم سکھانے کیلئے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا، ان میں سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز پڑھتا ہے اور پھر لوگوں کو علم سکھانے کے لیے بیٹھ جاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے اس قدر ہے جیسے مجھے تمہارے ایک ادنیٰ پر فضیلت حاصل ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ایک معلم کا تعمیر معاشرہ میں کتنا عملی کردار ادا کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کو سید الکونین ﷺ نے کتنی اہمیت اور فضیلت کے ساتھ نوازا۔ یہ ارشاد ایک معلم کے لئے اطمینان بخش، حوصلہ افزا اور آخرت کے حوالہ بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔

اساتذہ کے لیے نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور اس کو جیسا سنا اسی طرح لوگوں تک پہنچایا۔(xiv)

معلم کا کردار۔۔۔ اُسوہ صحابہ کی روشنی میں:۔ خیر القرون میں معلّمین کو اتنی زیادہ اہمیت حاصل تھی کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معلّمین کو درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انتظامی امور اور عہدوں پر فائز کرتے تھے اور فرماتے عمر "عمر فاروق" نہ ہوتا اگر اس کی زندگی میں

محمد ﷺ جیسا معلم نہ ہوتا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم استاذ سے اتناڈرتے اور ان کا اتنا ادب کرتے تھے جیسا کہ لوگ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اساتذہ کے سامنے تواضع اور انکساری کا اظہار کرتے تھے، علم حدیث کے لیے ان کے گھروں کی دہلیز پر بیٹھ جاتے اور استاذ کے نکلنے کا انتظار کرتے رہتے، ہوا سے چہرے پر گرد اور مٹی پڑتی رہتی تھی، جب وہ حضرات اپنے کام سے باہر نکلتے تو آپ کو منتظر اور طالب علم پاتے اور آپ استاذ کے سامنے یوں گویا ہوتے کہ میں علم کا طالب ہوں، میرا دل نہ چاہا کہ آپ میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آئیں۔

معلم کا کردار۔۔۔اسلامی تاریخ کی روشنی میں:۔

اسلامی تاریخ میں ہمیں بہت ساری ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں معلمین کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ ایک معلم کے مثبت کردار حوصلہ افزا کلام نے شاگردوں کی زندگی بدل ڈالی، یہاں میں صرف دو مثالوں پر اکتفا کروں گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب صرف ایک لفظ

اور کلمہ ہی تھا جو انہوں نے اپنے استاذ کی زبان سے سنا تھا فرماتے ہیں:

كناعندإسحاق بن راهويه فقال: لوجمعتم كتاباً مختصراًلصحيح سنة النبي صلى الله عليه و سلم ، قال: فوقع ذلك في قلبي فأخذت في جمع الجامع الصحيح.(xv)

"ہم اسحاق بن راھویہ کی مجلس میں بیٹھے تھے تو آپ فرمانے لگے "اگر تم میں سے کوئی صحیح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب تصنیف فرمادے تو بہت عمدہ ہو گا۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی وہیں سے میں نے جامع الصحیح کی تصنیف اور جمع کا آغاز کر دیا"۔

دوسری مثال ابن شہاب زھری کے حوالہ سے ہے فرماتے ہیں کہ علم حدیث سے منسلک ہونے اور مشغول ہونے کا سبب بھی ایک ہی جملہ تھا۔ فرماتے ہیں امام برزالی نے جب میری لکھائی دیکھی تو فرمانے لگے تمہاری یہ لکھائی محدثین کی لکھائی سے ملتی ہے۔(xvi)امام زہری فرماتے ہیں یہاں سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں علم حدیث کو میرے لئے محبوب بنادیا۔ صرف ایک ہی جملے نے امام زھری کو ائمہ حدیث میں ایک جلیل القدر امام کا رتبہ ادا کر دیا۔

ایک معلم بحیثیتِ مربی:۔

اداروں میں محض تعلیم پر زور ہے تربیت کا فقدان ہے۔ مگر یہ بات واضح رہے کہ منہج چاہے کتنا بھی معیاری اور اعلیٰ قسم کا ہو جب تک ایک بہترین معلّم جو استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مربی بھی نہ ہو تو اس وقت تک اس تعلیم میں کوئی روح نہیں ہوتی کیوں کہ بچوں کی تربیت میں جتنا کردار ایک معلم ادا کر سکتا ہے اتنا کوئی اور ادا نہیں کر سکتا اور تعلیم کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ متعلیمین کو عملی زندگی کے لئے تیار کیا جائے۔ ہمارا ایک المیہ یہ ہے کہ ہمارا معلم پرانے طریقہ کار سے نکلتا نہیں جس کی بنیاد رٹے پر ہے کیوں کہ یہاں ایک متعلم اپنی یاداشت کی بنیاد پر ڈگری لیتا ہے اور فہم کی بنیاد پر نہیں اسوجہ سے تبدیلی نہیں آرہی ہے۔ تبدیلی اس لئے نہیں آرہی ہے کہ آج کا معلم رویے اور برتاؤ پر اثر انداز نہیں ہو رہا ہے تو لا محالہ وہ پانی اس زمین تک پہنچا نہیں سکتا جہاں تک اسے سیراب کرنا چاہئے۔ وہ راستے میں رک جاتا ہے اور تالاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس خامی کو دور کرنے پر توجہ دی جائے۔

ایک معلم بحیثیتِ مرشد:۔

انسان کو انسانیت کی معراج تک پہنچانے کے لئے معلم کی رہنمائی اوراس کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے، نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ ایسے وقت میں مبعوث فرمایا جب دنیا کو کفر کے گھٹاٹوپ اندھیروں نے ساری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ کسی بھی سماج میں استاذ کا مقام نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ استاذ دانشمندانہ روایات کی منتقلی اور تہذیب کے چراغوں کو روشن کرتا ہے۔ تعلیم کی جدید کاری و تعمیر میں سب سے اہم کردار استاذ کا ہوتا ہے۔ تعلیمی عمل میں استاذ محور ہوتا ہے جس کے ارد گرد تمام تعلیمی نظام گردش کرتا ہے۔ استاذ کی تعلیمی لیاقت ،ذاتی اوصاف اور اس کو تربیت فراہم کرنے والے ادارے اور معاشرے میں پسندیدہ اقدار کے منتقلی میں ایک طاقتور ذریعہ کا کردار انجام دیتے ہیں۔ اساتذہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ بچوں کی پوشیدہ صلاحیتوں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کو بہتر طریقے سے پروان چڑھائیں۔
معلمین کا شمار قوم کے سب سے زیادہ ذہین اور باشعور طبقے میں ہوتا ہے اس لئے اساتذہ کے فرائض منصبی میں تعمیر قوم، کردار سازی، تزکیہ نفس، قیادت کی تیاری، قیادت کو اعلی نظریات سے متصف کرنا حق و باطل، جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا شعور بیدار کرنا بھی شامل ہیں۔

ایک معلم بحیثیتِ ایک مشفق باپ:۔

معلم پوری قوم کے لئے عموماً اور متعلمین کے لئے خصوصاً روحانی باپ کی حیثیت رکھتا ہے کیوں کہ وہ ان کی ذہنی و روحانی تربیت کر کے اسے ایک قابل اور کامیاب انسان کے روپ میں ڈھالتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" میں تمہارے لیے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کہ تمہیں سکھاتا ہوں۔۔۔"۔(xvii)

استاذ کا درجہ باپ کے برابر ہے یعنی استاذ اور شاگرد کا رشتہ باپ بیٹے جیسا ہے کسی طالب علم اور اس کی منزل کے درمیان استاذ ایک سیڑھی کے مانند ہوتا ہے اس لئے طالب علم استاذ کے بغیر کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ایک معلم ہی اپنے شاگرد کو جہالت، مفلسی اور اندھیرے سے نکال کر روشنی کی جانب لاتا ہے۔ معلم ایک ایسی شخصیت کا نام ہے۔ جو بچے کو معاشرے کا مفید باکردار اور ایک ذمہ دار شہری بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

بچے کی تربیت کرنے میں والدین کے بعد سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری معلم کے کاندھے پر ہوتی ہے۔ اسی لئے استاذ کو روحانی باپ کا درجہ ملا ہے۔ ایسا باپ جو بچے کے اندر ایسا نکھار پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ معاشرہ کا ایک ذمہ دار فرد بن کر معاشرے کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے اور معلم تو انسانی روح کو پاکیزہ کرتا ہے۔ معلم معاشرے کی سوچ کو کوہ ہمالیہ جیسی بلندی مہیا کرتا ہے۔ اس وجہ سے وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاحی رہنمائی کرنا اور ان کے اندر چھپی صلاحیتوں کو نکھار کر نونہالوں کو ان کی منزل مقصود تک پہچانا ہی معلم کا کمال ہے جو طلباء کو نہ صرف جسمانی صحت وصفائی کے اصول سکھاتے ہیں بلکہ روحانی بیماریوں سے چھٹکارہ دلا کر معاشرے کا ایک کارآمد فرد بھی بناتے ہیں۔

معلم ایک معمار قوم:۔

قوم کی تعمیر میں ایک استاذ کا کلیدی رول ہوتا ہے۔ اساتذہ کرام ہمارے معاشرے کی وہ عظیم ہستیاں ہیں جو نئی نسل کو زیور تعلیم سے آراستہ اور انہیں مستقبل کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ قابل، لائق اور ذہین و فطین شاگردوں کی سوچ و فکر اور شخصیت پر اپنے استاذ کی گہری چھاپ ہوتی ہے۔ وہ غور و فکر کے چراغ جلا کر اپنی شخصیت کا ایکسرے کریں اور اپنے باطن میں گھس جائیں تو ان کی شخصیت کے سنوارنے میں کئی ایسے استاذوں کے چھپے ہوئے ہاتھ ملیں گے۔ اچھے طالب علموں کی بہت سی عادات زندگی کے رویے، بول چال اور روزمرہ کی زبان کے الفاظ و محاورے ان اساتذہ سے ملتے ہیں جنہوں نے انھیں پڑھایا، ان پر توجہ دی اور ان کی کردار سازی کی۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ استاذ معمار قوم ہوتا ہے اور قوموں کی تعمیر میں اس کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔

ایک اچھے معلم کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ طلبہ کو صوبائی ولسانی تعصّبات سے نکال کر ان کے ذہنوں کو اسلامی اخوت سے آشنا کرے۔ اچھا استاذ وہ ہے جو خود تخلیقی صلاحیت رکھتا ہو اور آگے یہی صلاحیت وہ اپنے شگردوں کو بھی منتقل کرے۔ ایک تخلیقی ذہن رکھنے والا استاذ مسلسل محنت سے اپنے کام میں لگا رہتا ہے وہ اپنے شاگردوں میں بھی یہ عادت راسخ کر دیتا ہے پھر یہی بچے معمار قوم بنتے ہیں۔

قوموں کی ترقی میں معلم کا کردار:۔

معلم ایک ایسی عظیم ہستی کا نام ہے، جو معاشروں کو جہالت سے تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور قوموں کے مقدر سنوارتا ہے۔ تعمیر انسانیت اور علمی ارتقاء میں کبھی کسی نے معلم کے عملی کردار کا انکار نہیں کیا ہے۔ کیوں کہ معلم ایک پیغمبرانہ پیشہ سے وابسطہ ہے۔ کیوں کہ ہمارے پیارے رسول کریم ﷺ کو معلم بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ ایک معلم اپنے شاگرد کی تربیت میں اس طرح مصروف رہتا ہے۔ جس طرح ایک باغبان اپنے پودوں کی نگہداشت میں ہر گھڑی مصروف رہتا ہے۔ آج کے اس معاشرے میں استاذ ہی کی تربیت ونشونما کا اثر ہے، کہ ہمارا یہ معاشرہ قائم ودائم ہے۔ زندگی کے اچھے میدان میں ہر اچھے انسان کی ترقی کا ضامن استاذ ہی رہا ہے۔ کیونکہ اساتذہ کرام ہی دراصل قوم کے محافظ اور حقیقی ہیروہیں۔ کیوں کہ آئندہ نسلوں کو سنوارنا اوران کو ملک کی خدمت کے قابل بنانے میں استاذ ہی کا کردار شامل رہا ہے۔ ملک کی تمام تر ترقی کا انحصار بھی استاذ ہی کے کردار میں مضمر ہے۔

جذبات کو منظم کرنے والا:۔

تعمیر سیرت میں وہ معلم اچھی طرح کردار ادا کر سکتا ہے جو جذبات کو منظم کرنے والا ہو اگر ایک معلم کے جذبات اس کے قابو میں نہیں، خود آگاہی نہیں، شفقت نہیں، اپنے پریشان جذبات کو منظم نہیں کر سکتا اگر چہ وہ بہت ہی ذہین ہو یہ زیادہ دور سفر نہیں کر سکتا، ایک کامیا معلم نہیں بن سکتا۔

جب انسان مختلف لوگوں کو دیکھتا اور ان سے ملتا ہے تو اس سے اس کی قوت مشاہدہ بڑھتی ہے اور یوں اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب آدمی زمانہ طالب علمی سے نکل کر معلم بن کر عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے اور چند سال گذارتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ کتاب کا علم تو بڑا محدود ہے اس سے نمبر تو اچھے آجاتے ہیں لیکن زندگی کے مسائل ومعاملات میں اس کا عمل دخل زیادہ نہیں ہے۔ (xviii)

ہر انسان میں جذبات پائے جاتے ہیں اور وہ اس دنیا میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور ایک معلم کے لئے ان جذبات کا صحیح اور مناسب جگہ پر استعمال نہایت ضروری ہے کیوں کہ جذبات کو چھوڑنے کی بجائے اس سے کام لینا سیکھنا چاہئے کہ کس جذبے کو کہاں استعمال کرنا بہتر ہو گا اور کہاں نقصان دہ ہو گا۔

باکمال معلم:۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں وہ معلم عملاً کردار ادا کر سکتا ہے جو باکمال ہو، وہ جو امید دیتا ہو، کامیابی کے تصورات میں لے جاتا ہو پھر ان تصورات کو حقیقت میں بدلنا سکھاتا ہو علم کو تصاویر کی شکل میں ذہن نشین کراتا ہو، اہداف کا شعور بیدار کراتا ہو، علم کی پیاس بھڑکاتا ہو جب متعلم میں علم کی پیاس ہو گی تو وہ تلاش کرے گا۔ یہی وجہ کہ ایک معلم متعلمین کے لئے رول ماڈل ہوتا ہے اس لئے اس کی بات زیادہ سمجھ آتی ہے اور جلد سمجھ آتی ہے۔

تعمیر سیرت میں وہ معلم عملی کردار ادا کر سکتا ہے جو متعلم کو سوچنے پر ابھارنے، ذہن کو مصروف رکھنے، رسک لینا سکھانے، مدد کرنے، خواب دکھانے، زندگی در زندگی، احساس ذمہ داری، سنجیدگی کا نیا سبق سکھانے جیسی خوبیاں موجود ہوں۔ جب ہم سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں

تو یہ بات بالکل واضح نظر آتی ہے کہ معلم کی شخصیت اور انداز ایسا ہونا چاہئے جو دلوں کو چھو لے اور اسے فخر محسوس کرنا چاہئے کہ وہ ایک ایسے پیشے سے وابستہ ہے جس سے سارے پیشے بنتے ہیں۔

ایک کامیاب معلم کی صفات:۔

تعلیم و تعلم ایک معزز اور قابل احترام منصب ہے، معلم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ اپنے شاگرد کو اس قابل کر دے کہ وہ زندگی کے ہارے ہوئے کھیل کو جیت سکے۔ تعمیر سیرت میں سیرت طیبہ کے حوالہ سے وہ معلم اچھا اور عملی کردار ادا کر سکتا ہے جو مندرجہ ذیل صفات سے مزین ہو:

طلباء کے ساتھ شفقت و رحمت:

ایک معلم کے لیے ضرور ہی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت مشفق اور ہمدرد ہو، حضور صلی اللہ علیہ وَسلم میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، آپ معلم ہونے کے ساتھ ایک والد کی طرح مشفق اور مہربان بھی تھے، آپ کی زبان نہایت پاکیزہ تھی، آپ نے کبھی گالی گلوچ سے کام نہیں لیا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے آپ سے بہتر نہ آپ سے پہلے کوئی معلم دیکھا نہ آپ کے بعد، خدا کی قسم نہ آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مجھے مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا۔

ایک کامیاب معلم کی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت بلند اخلاق کا مالک ہو۔ نیز ایک معلم کا کمال یہ ہے تعلیم کے ساتھ شاگردوں کی صحیح تربیت بھی کرے اور خود اپنی ذات کو بطورِ عملی نمونہ پیش کرے، حضور ﷺ اپنے شاگردوں کی تربیت اور تزکیہ فرماتے ہیں اور قرآن نے آپ کی زندگی کو پوری امت کے لیے بطورِ اُسوۂ حسنہ پیش کیا۔

لہٰذا اُستاذ کو طلباء پر نہایت شفیق اور ان کے ساتھ نرمی اور رحم کا سلوک کرنا چاہیے، اُستاذ طلباء کو اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھے، ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دے۔ ان کی تربیت، علم، اخلاق اور اَچھی عادات اپنانے میں ان پر اس طرح محنت کرے جس طرح اپنی اولاد کے لیے کرتا ہے۔

غور و فکر:۔

اچھے استاذ کی دوسری اہم صفت غور و فکر ہے۔ محبوب خداؐ کی حیات طیبہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے، غور و فکر کرتے یہ کسی بھی معلم کے لیے لازمی ہے۔ غور و فکر کے بغیر کبھی کسی نے زمانے کو کچھ نہیں دیا۔ عقل صرف تدبر و تفکر سے ہی بڑھتی ہے اس کے بغیر کوئی اچھا استاذ نہیں بن سکتا۔ معلم انسانیت ﷺ کی زندگی کا یہ معمول تھا، اسی غور و فکر سے آپؐ نے لوگوں کی تقدیر بدل دی۔ ہر اچھے استاذ کے لیے اس سنت رسول ﷺ کی اتباع ضروری ہے۔ بڑا استاذ مسلسل تفکر، تحقیق اور اشاعت میں مصروف عمل رہتا ہے۔

فکر و تدبر کے ساتھ کام کی لگن کے بغیر بھی اچھے استاذ کا مقام حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنا ہر کام پوری لگن سے کیا، شب و روز کی پروا نہیں کی۔ معاشی مجبوریوں، ذاتی خواہشات، بھوک پیاس، مسائل اور وسائل کی شکایت کبھی نہیں کی۔ یہاں تک کہ سفر طائف کے موقع پر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے ہم راہ پیدل گئے۔

لگن و استقامت سے کام کرنا:۔

مشن کی تکمیل کے لیے وسائل کے حصول تک اپنے کام کو نہیں روکا۔ ایسا نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کو علم ہوا ہو کہ فلاں شخص اللہ کی بات سننا چاہتا ہے اور آپ ﷺ نے اسے کل پر ٹال دیا ہو۔ چناں چہ اچھے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ اس میں لگن ہو۔ لگن بغیر استقامت کے بے ثمر رہتی ہے چناں چہ اچھے استاذ کے لیے استقامت و استحکام کا ہونا بھی ضروری ہے۔

رب العزت نے سب سے زیادہ عزت، احترام اور توقیر اہل علم کو دی ہے۔ اسوہ حسنہ پر نظر ڈالیں تو عیاں ہو گا کہ علم دشمنوں نے آپ ﷺ کو اپنے مشن سے روکنے کے لیے کتنا جبر کیا، دباؤ ڈالا، پریشان کیا مگر آپ ﷺ کے پائے استقامت میں ذرا بھر لغزش نہیں آئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دو تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا"۔ یہ استحکام و استقامت کی روشن دلیل ہے۔

وقت کا بہترین استعمال:۔

اچھا معلم ہونے کے لیے ایک خوبی یہ ہے کہ آپ وقت کا بہترین استعمال کرنا جانتے ہوں۔ دنیا میں اسوہ حسنہ کے علاوہ کہیں یہ مثال نہیں ملتی کہ اتنے کم وقت میں کسی نے اتنی بڑی تبدیلی لائی ہو۔ اچھا استاذ بننے کے خواہش مندوں کے لیے لازم ہے کہ وہ وقت کے بہترین استعمال کی صلاحیت پیدا کریں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر آپ ٹائم منیجمنٹ نہیں جانتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے رسول ﷺ کی حیات مبارکہ سے کچھ نہیں سیکھا۔

متعلم کی صلاحیتوں کو اجاگر:۔

اچھے استاذ کی ایک اور نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ وہ متعلم کی صلاحیتوں کو مثبت انداز میں اجاگر کرے۔ اچھا استاذ مردم شناس ہوتا ہے، وہ شخصیت کی نشوونما میں رکاوٹیں پیدا نہیں کرتا اور منفی فکر کا حامل نہیں ہوتا۔ آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردم شناسی کی اسی صفت سے آپ نے دنیا کا سب سے بڑا انقلاب برپا کیا۔ وحشی معاشرے کو سنجیدہ، بُردبار اور بااخلاق بنادیا۔ یہ اسی صورت ممکن ہوا کہ آپ نے اپنے طالب علموں کے جوہر خاص کو پروان چڑھایا، ہر فرد کی صلاحیتوں کو تبدیلی کے لیے استعمال کیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دس سال آپ کے خادم رہے، انہوں نے بھی برملا کہا دس سال میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کسی کام پر مجھے ڈانٹا ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی مثبت قوتیں ابھار کر ہی ایک فلاحی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ اچھے استاذ کے لیے سیرت پاک سے یہ راہ نمائی ملتی ہے کہ مثبت انداز میں اپنے شاگردوں کے جوہر تلاش کر کے انہیں جلا بخشیں۔ استاذ کو اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ نصاب کو متعلم کی حقیقی زندگی سے جوڑ کر معاشرتی معاملات کی آگاہی پیدا کر سکے۔

رذائل سے صاف ہونا:۔

ایک اچھے استاذ کی ایک اور نمایاں صفت جس کا ادراک ہمیں سیرت طیبہ کے ذریعے ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ معلم تکبر و امتیاز کا حامل نہیں ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے کبھی امتیازی رویے کو نہیں اپنایا نہ بیٹھنے کے لیے جگہ مخصوص کی، نہ لباس مخصوص، نہ خوراک مخصوص نہ الگ تھلگ بیٹھنے کا طریقہ، ظاہر ہے جب تک استاذ طلبہ سے گھلے ملے گا نہیں اس کی ذہنی مطابقت نہیں ہو گی، ذہنی لگاؤ نہیں ہو گا، مکالمہ نہیں ہو سکے گا۔ بغیر گھلے ملے استاذ صحیح معنوں میں علم مہیا نہیں کر سکتا۔

خود اعتمادی:۔

اچھا اور بڑا استاذ خود اعتماد ہوتا ہے۔ خود اعتمادی کو کامیابی کی کنجی سمجھا جاتا ہے۔ ایک استاذ اسی صورت میں کامیاب قوم کی تعمیر کر سکتا ہے جب وہ اس میں خود اعتمادی بانٹ سکے۔ لیکن کچھ بانٹنے سے پہلے اس کا استاذ کے پاس ہونا بھی ضروری ہے۔ پر اعتماد استاذ کی زندگی ابہام سے پاک ہوتی ہے۔ خود اعتماد استاذ ہی طلبہ میں سوال کرنے کی جرأت پیدا کر سکتا ہے۔ سوال علم کی ماں ہے مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ آج سوال ہی ہم سے چھین لیا گیا ہے، اس سے علم کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ سوال و جواب رسول ﷺ کا وصف تدریس تھا۔ نبی کریم ﷺ وعظ فرماتے، جمعہ کا خطبہ دے رہے ہوتے تو لوگ کھڑے ہو کر سوال پوچھتے اور آپ ﷺ جواب دیتے۔

اچھا استاذ اپنے شاگردوں کا محبوب ہوتا ہے۔ استاذ کا اندازِ حیات، اس کی گُفتار و کردار طالب علم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ استاذ کی عادات، اظہار رائے، اعتدال، اعلیٰ ظرفی، وقار و متانت اور علم و تحقیق ہی اسے محبوب بنا سکتی ہیں اگر استاذ کی شخصیت میں اس کا فقدان ہو تو وہ اچھا استاذ کبھی نہیں بن سکتا۔

وعدے کا پکا ہونا:۔

اچھا استاذ وعدے کا پکا اور پاس دار ہوتا ہے۔ ایک اچھا استاذ غیبت کرنے والا، جھوٹ بولنے والا، دروغ گو اور کھوکھلے دعوے کرنے والا نہیں ہوتا۔ چناں چہ اپنے ذاتی کردار کا محاسبہ کیے بغیر اچھا معلم نہیں بنا جا سکتا۔ اچھا استاذ ہمیشہ آسانیاں پیدا کرنے والا اور علم کو خوش خبری کے انداز میں دینے والا ہوتا ہے۔ جب تک آپ طلبا کی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھیں گے آپ بڑے معلم نہیں بن سکتے۔

اچھا استاذ ہمیشہ اچھا طالب علم رہتا ہے وہ ہمیشہ نئے علم اور نئی روشنی کو اپنانے والا ہوتا ہے۔ خندق کھودنا اہل فارس کا طریقہ تھا، آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے اختیار کیا۔ ایک شخص آیا اور اس نے آپ ﷺ کو پاجامہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے پہنا اور بڑا پسند کیا حالاں کہ عرب پاجامہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے یمن کی طرف بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ جاؤ اور قلعوں پر چڑھنے کی ترکیب سیکھ کے آؤ، اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ دین کے علاوہ بھی دیگر علوم حاصل کرنا بھی ضروری ہیں۔

قوت برداشت:۔

بڑے استاذ کی ایک اور مثالی صفت قوت برداشت ہے۔ وہ منفی رد عمل نہیں دیتا۔ بڑا استاذ عالی ظرف ہوتا ہے، معافی اور درگذر کرنا اس کے بڑے پن کا ثبوت ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا صفات و خصوصیات کے حامل اچھے استاذ پیدا کیے بغیر کوئی بھی نظام تعلیم اپنے مقاصد حاصل نہیں کر سکتا۔ کھوکھلے اور زوال پذیر معاشرے میں استاذ کو پہلے خود آشنا ہو کر اپنی اصلاح کرنی ہے اس کے بعد ہی وہ تعمیر کردار کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ استاذ خود کو پیغمبروں کی میراث معلمی کے وارث کہتے ہیں لہٰذا انہیں معلم انسانیت و فخر انسانیت ﷺ کے اسوہ حسنہ سے راہ نمائی حاصل کر کے کردار سازی کرنا ہے۔

معاشرے میں بنیادی کردار:۔

آپ ﷺ نے ایک معلم معاشرہ جو کردار ہوتا وہ عملی طور پر کتنا واضح بیان فرمایا اس لئے تو اللہ کے نبی ﷺ بہ نفسِ نفیس ان اصحاب کو درس و تعلیم دیتے اور ان کی تربیت فرماتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے، جس نے علم حاصل کیا اور پھر اسے پھیلایا"۔([xix]) غزوۂ بدر میں جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہدیہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ "جو قیدی دس مردوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے، تو اسے آزاد کر دیا جائے گا"۔ شریعتِ اسلامی میں معلّم (استاذ) کا مقام و مرتبہ نہ صرف بہت اعلیٰ و بلند ہے، بلکہ اس کے فرائضِ منصبی کو عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

معلم ایک نمونہ برائے متعلم:۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: لاینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ([xx]) یعنی "اس حق کے پرچار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں جسے اپنی زندگی میں نافذ نہ کیا جائے"۔ طلباء کو صرف یہ سکھانا کفایت نہیں کرتا کہ جھوٹ، چغلی، حسد، کینہ، بغض حرام ہے۔ بلکہ ان رذیل صفات کا ان کی زندگیوں سے خاتمہ کرنا اصل تعلیم ہے۔ اس لئے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی ایک آثار موجود ہیں جنہوں نے محض سورۃ بقرہ آٹھ سال میں ختم کی۔ ابو عبد الرحمٰن فرماتے ہیں:

كانواااذاتعلموا عشر آيات لم يجاوزوها حتى يعملوا معانيها والعمل بها فتعلمناالقرآن والعمل جميعا۔[xxi]
"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب دس آیات سیکھ لیتے تو اس وقت تک آگے نہ بڑھتے جب تک ان پر عمل نہ کر لیتے اس طرح ہم نے قرآن اور عمل ایک ساتھ سیکھے"۔اس لئے ان میں محض سورۃبقرہ کے پڑھنے والے کو وہ مقام ومنزلت اور عزت وشرف ملا کرتا تھا جو آج کے حافظِ کتب کو بھی نہیں ملتا۔

یہ ایک ابدی حقیقت ہے کہ علم عمل کے بغیر بیکار ہے اعمال صالحہ کے بغیر ایمان موثر نہیں ہوتا ہے اسی لئے ایک استاذ کو چاہئے کہ وہ طلبہ کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں اور جو بھی پند ونصیحت کرے اس پر پہلے خود عمل کرے تاکہ نصیحت تاثیر سے خالی نہ ہو۔علم وعمل اور قول وفعل کا تضاد انسان کے لئے بڑی تباہی کا باعث ہوتا ہے آج دنیا اسی کی وجہ سے تخریب اور تباہی کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔انسان نے جدید علوم کے سہارے آسمانوں میں پرندوں کی طرح اڑنا اور رسمندروں میں مچھلیوں کی طرح تیرنا تو سیکھ لیا ہے لیکن ایک انسان کی طرح بامروت اور اخلاقی زندگی گزارنے سے عاجز ہے۔

معلم چوں طلبہ کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے طلبہ اپنے استاذ کو دیکھ کر اس طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں۔اس عملی زندگی کی تیاری میں سب سے پہلے استاذ اپنے آپ کو سیرت طیبہ کے قالب میں ڈالے گا کیوں کہ شاگرد استاذ کا عکس ہوا کرتے ہیں۔اساتذہ نیک تو طلبہ بھی نیک،اساتذہ خود اپنے بڑوں کے قدردان تو طلبہ خود ان اساتذہ کے قدردان ہوں گے العرض اساتذہ کرام شریعت اور سنت کے پابند،اپنے منصب کے قدر دان،طلبہ پر مشفق اور جذبہ خیر سگالی سے سرشار ہوں تو ان کے ہاتھوں تربیت پانے والی نسلیں بھی ان ہی صفات حمیدہ کی حامل ہوں گی۔

محکمہ تعلیم کی نااہلی اور معاشرے کی بے حسی:۔

ماں کی گود میں پروان چڑھنے والی علم وعمل کی پہلی کونپل،استاذ ہی کے ہاتھوں تعلیم وتربیت کے عمل سے گزر کر ایک قد آور اور پھل دار اور سدا بہار درخت کا روپ دھارتی ہے۔استاذ اگر اپنے فرائض سے غفلت برتے تو معاشرے کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہے۔معاشرہ حیوانیت،نفس پرستی اور مفاد پرستی کی تصویر بن کر جہنم کا نمونہ پیش کرنے لگتا ہے اور پھر ذلت ورسوائی قوم کا مقدر بن جاتی ہے۔

ہمارے تعلیمی نظام میں پڑھانے والے اساتذہ میں پچاسی فیصد اساتذہ ایسے ہیں جن کا بات چیت کا انداز ہی ٹھیک نہیں جب اس کا کھوج لگایا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ ان کی بنیاد میں یہ بات شامل ہی نہیں ہے۔کسی کا کورس،کلاس ورک اور ھوم ورک وغیرہ چیزیں تو چیک کی جاتی ہیں لیکن اس کے ابلاغ کی صلاحیت چیک نہیں ہوتی۔اس خامی میں سلیکشن بورڈ اور وزارت تعلیم کا بڑا اہم رول ہوتا،سفارشی حضرآت زیادہ ہوتے ہیں قابلیت کا معیار نہیں دیکھا جاتا۔

کس قدر المیہ ہے کہ محکمہ تعلیم ان کی قدر منزلت سے غافل ہے اور نہ ان کی تربیت کی طرف اہم پیش رفت کر رہی ہیں جس نے نسلوں کی آب یاری کرنی ہے اس کی اپنی آب یاری نہیں ہوئی،جس نے نسلوں کو شعور دینا ہے اس کا اپنا شعور سویا ہوا ہے جب استاذ کا حال یہ ہے تو وہ اپنے شاگرد کا کیا حال منتقل کرے گا۔

تجاویز:۔

* ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ایک معلم اور استاذ کا اسلام میں کیا مقام ہے،معلّمین حضرات حقیقت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں:العلماءورثۃ الانبیاء اور مرتبہ عظیم کے ساتھ عظیم تر ذمہ داریاں بھی انھیں پر عائد ہوتی ہیں۔

* ہم صدقِ دِل سے یہ عہد کریں کہ ہم اپنے اندر وہ تمام صفات پیدا کریں گے جو ایک معلم کامل میں مطلوب ہیں اور اپنے سامنے ہمیشہ معلم کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بطورِ معیار کے رکھیں گے۔

* ہم ان اوصاف کو اپناتے ہوئے اپنی علمی درس گاہوں کا معیار بلند کریں، ہمارے مدارس، ہمارے اسلامی اسکولز، ہماری اسلامی یونیورسٹیاں، ہمارے علمی ادارے اپنے تعلیمی معیار میں تربیتی اعتبار سے، نظام کے اعتبار سے، اخلاق کے اعتبار سے، وقار کے اعتبار سے، صفائی کے اعتبار سے، نظامت کے اعتبار سے اتنے بلند ہوں کہ طلباء ان کی طرف کھنچے ہوئے آئیں اور کسی دوسری طرف اپنا رُخ نہ کریں۔

* نبی کریم صلی اللہ علیہ وَسلم کی سیرت سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم کوئی کام کرو تو اسے خوش اسلوبی سے کرو۔

* ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر ہماری کوتاہوں سے ہمارے علمی اداروں کا معیارِ تعلیم پست ہوا اور ہمارے بچوں نے غیر مسلموں کے تعلیمی اداروں کا رخ کیا اور اس کے نتیجہ میں وہ اپنے دین سے منحرف ہوئے اور اپنے قومی اور وطنی جذبہ سے محروم ہوئے تو اس کا وبال سب پر پڑے گا اور اس کا جواب ہمیں کل اللہ کے سامنے دینا ہو گا اور اس ذمہ داری کا احساس ہر فرد کو ہونا چاہیے خصوصاً معلمین، تعلیمی اداروں کے ذمہ دار حضرات اور وزارتِ تعلیم کے سر کردہ افراد کو۔

* معلمین کے لئے تربیتی ورکشاپ ہونی چاہئے، استاذ کا دامن تربیت وہ نازک مقام ہے، جہاں قوموں کی قسمتیں بدلتی ہیں اور بگڑتی بھی ہیں۔ جہاں کی لغزشیں زندگی کی شکستوں کا سبب اور جہاں کا ثبات تمام کامیابیوں کا پیشہ خیمہ ہوتا ہے۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسانی معراج کا اصل ہیرو استاذ ہی ہے، استاذ ہی قوموں کو بناتا بگاڑتا ہے اگر وہ خود تربیت سے خالی ہو تو اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا کرے گا۔

خلاصہ کلام:۔

انسان کی اصل خوبی اور اس کا کمال اس کی انسانیت، شرافت اور بلند اخلاق و کردار ہیں اور ان ہی اخلاقی خوبیوں کو اسے اپنانے اور اپنی زندگی کے شب و روز میں شامل رکھنے کا اس کے خالق نے اسے حکم دیا ہے، اخلاق حسنہ اور صفات عالیہ کے بغیر انسان انسان نہیں بلکہ انسان نما جانور کہلاتا ہے۔

اگر ہم قرآن پر نظر ڈالیں تو انبیا علیہم السلام کا کام یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی زندگیوں کا سنوارنے، انہیں حق و باطل کی تمیز سکھانے، ان کو مقصد زندگی سے روشناش کرانے اور انھیں کائنات کے خالق و مالک اور حاکم کی معرفت دلانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ خود نبی ﷺ نے اپنا تعارف بحیثیت معلم کرایا۔

معلّم انسانیت پر محنت کر کے کارِ نبوت سرانجام دے رہا ہوتا ہے۔ معلم افراد کی تربیت کر کے ایک مہذب معاشرہ تشکیل دیتا ہے گویا بادشاہ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں جب کہ بادشاہوں پر معلّمین کی حکومت ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے جس شخص نے لوگوں کو خیر کی طرف بلایا، لوگوں کے اجر کے برابر اس کو بھی اجر ملے گا اور لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی معلّم کا فرض سب سے اہم اور اس کی ذمہ داری سب سے مشکل ہے۔

معلّم کا جذبہ یہ ہونا چاہیے کہ میرے ذریعے امت کے ایسے نونہال تیار ہو جائیں جو امت محمدیہ ﷺ کی نشاۃ ثانیہ کا فریضہ سرانجام دے سکیں، وہ ایسے تناور درخت کی مانند ہوں جو سب کو چھاؤں اور پھل دیں، جو تحقیق و جستجو کے میدانوں کے شاہسوار اور علم کے شناور ہوں، جو دنیا کو امن و سلامتی کا درس اور محبت کا پیغام دینے والے ہوں۔ ایک معلّم کی یہ آرزو ہونی چاہیے کہ میری ساری زندگی کی محنت اور جگر سوزی اس لیے ہے کہ قیامت کے دن میرا حشر معلّمین، امت کے معماروں، نگرانوں، قائدین اور رہبروں کے ساتھ ہو۔

اگر ہم سیرت نبوی پر اس نقطہ نظر سے نظر ڈالیں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے جس انداز میں اپنے اصحاب کی تربیت فرمائی انہیں ایک بڑے مقصد کے لیے تیار کیا وہ خالص معلمانہ انداز ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی بھی انسان کی کامیابی کے پیچھے اچھے استاذ کی بہترین تربیت کار فرما ہوتی ہے۔ بلاشبہ وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی زندگی میں اچھے استاذ میسر آجاتے ہیں۔ ایک معمولی سے نوخیز بچے سے لے کر ایک کامیاب شخص تک سارا سفر اساتذہ کا مرہون منت ہوتا ہے۔ ہم اگر امت مسلمہ کے ماضی میں دیکھیں تو ایسی سینکڑوں بلکہ ہزاروں روشن مثالیں ملیں گی جن میں اساتذہ نے محنت و مشقت اور خلوص و ہمدردی کے ساتھ اپنے طلبہ کی تربیت کی، بعد میں انہی طلبہ نے بڑے علمی و فکری اور عملی کارہائے نمایاں انجام دیے۔

مصادر و مراجع:

---

[i]) محمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، ص:11/529، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2001ء

[ii]) البقرۃ:2/21

[iii]) آل عمران:3/164

[iv]) النساء:4/113

[v]) القلم:۴/68

[vi]) محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ص50/5، شرکۃ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، 1975ء

[vii]) محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ص83/1، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، س۔ن

[viii]) سلیمان بن أحمد طبرانی، المعجم الأوسط، ص106/4 دار الحرمین، القاھرۃ، س۔ن

[ix]) احمد بن محمد، مسند امام احمد بن حنبل، ص:61/4، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2001ء

[x]) مسلم حجاج، صحیح مسلم، ص:1104/2 دار احیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن

[xi]) محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، ص:543/4، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1988ء

[xii]) سلیمان بن داود، مسند ابی داود الطیالسی، ص:73/1، دار الھجر، مصر، 1999ء

[xiii]) محمد بن عیسی، سنن الترمذی، ص561/4، شرکۃ مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، 1975ء

[xiv]) ابو یعلی احمد بن علی، مسند ابی یعلی، ص198/9، دار المامون للتراث، دمشق، 1984ء

[xv]) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ص7/1، دار المعرفۃ، بیروت، 1379ھ

[xvi]) ابن حجر، الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، ص:278/4، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر اباد، انڈیا، 1972ء

[xvii]) محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، ص:279/4، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1988ء

[xviii]) قاسم علی شاہ، اونچی اڑان، ص:111، دار الشعور 37 مزنگ روڈ بک سٹریٹ، لاہور 2017ء

[xix]) احمد بن الحسین بیہقی، شعب الایمان، ص:266/3، صاحب الدار السلفیہ بمبئی، ہندوستان، 2003ء

[xx]) یوسف بن عبد اللہ، الاستذکار، ص:103/7، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء

[xxi]) عبد العزیز بن عبد اللہ، شرح سنن ابن ماجہ، ص:5/14، ناشر ندارد، س۔ن